مذہب: انسانی زندگی کی ناگزیر ضرورت

تحریر: ڈاکٹر طاہرہ بشارت ☆

مذہب کی ضرورت کیا ہے اور کیوں ہے؟ اکثر تعلیم یافتہ افراد سنجیدگی سے یہ سوال کرتے ہیں کہ جب انسان اپنی عقل کے مناسب استعمال سے کائنات کی ماہیت و کیفیت کو سمجھ سکتا ہے' اپنی حقیقی برائی و بھلائی کو اچھی طرح جان سکتا ہے اور زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق انسانی بہبود کے لئے مناسب معاشی و سیاسی اور معاشرتی قوانین مرتب کر سکتا ہے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ مذہب کی داستانِ پارینہ سے چپکا رہے؟

سیّد محمد اسماعیل مذہب کی ضرورت و اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''بے شک انسان اپنی عقل و فراست سے کائنات کی ماہیت و کیفیت کو سمجھ سکتا ہے اور بنی نوعِ انسان کی بہبود کے لئے بہترین معاشی' سیاسی و معاشرتی نظام ایجاد کر سکتا ہے لیکن علم و عمل کے دونوں بنیادی سوالوں کا کوئی تسلی بخش حل پیش نہیں کر سکتا۔ یہ کام صرف اور صرف مذہب ہی سرانجام دے سکتا ہے۔ مذہب کی بنیادی افادیت یہی ہے کہ وہ علم کے اس بنیادی سوال کا قطعی جواب دیتا ہے کہ تکوینِ عالم کا مقصد کیا ہے اور عمل کے ذریعے اس بنیادی معمہ کا حل پیش کرتا ہے کہ مفاد پرستی کے جذبات پر حق و انصاف کے تقاضوں کو کس طرح اور کیونکر مقدم رکھا جا سکتا ہے؟ انسانی عقل ہمیشہ ان دونوں سوالوں کے جواب دینے سے قاصر رہی ہے اور یہ عقدہ کشائی الہامی مذہب ہی سے ممکن تھی۔ مذہب کی ضرورت اسی سے عیاں ہے''۔ (۱)

مذاہب عالم اور اسلام کے حوالے سے لکھی گئی اکثر کتابوں کے مصنفین مذہب کی ضرورت و اہمیت کے بارے میں ایک مشترک نقطۂ نظر رکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ انسانی

☆ اسسٹنٹ پروفیسر ادارہ علوم اسلامیہ' پنجاب یونیورسٹی لاہور

زندگی ایک وحدت ہے اور اس وحدت کے مختلف شعبوں پر اگر مختلف اصولوں اور مختلف قوانین کا اطلاق نہ ہو تو وحدت کا شیرازہ بکھر جائے اور انسانی زندگی کا وجود خطرے میں پڑ جائے۔ انسانی زندگی کی وحدت برقرار رکھنے کے لئے اور اسے خطرناک حالات سے بچانے کے لئے مذہب کا کام ہے کہ وہ زندگی کے لئے ایک جامع اور مکمل نظام پیش کرے جو زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہو۔

عبداللہ المسدوسی اپنی کتاب ''مذاہب عالم پر ایک معاشرتی و سیاسی جائزہ'' میں مذہب کی افادیت کے بارے میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

> ''مذاہب عالم انسانی نسل کی ارتقائی تاریخ کے نمائندہ ہیں اور تمدنی و سیاسی تاریخ کے مختلف مدارج کو ظاہر کرتے ہیں۔''(۲)

مذہب کی ضرورت و اہمیت کو انسانی فطرت کے حوالے سے بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ ماہرینِ علمِ سائنس بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ انسان میں دو قوتیں ہیں:

۱) اعلیٰ ۲) اسفل

پہلی قوت انسان کو بلندی پر چڑھاتی ہے اور دوسری اس کے مدنی الطبع وجود کو نیچے گرا کر اُسے جانوروں کے ہم پلہ بنا دیتی ہے۔ مذہب اس لئے بھی ضروری ہے کہ اعلیٰ فطرت اس کی اسفل فطرت پر غالب آ جائے تا کہ نیکی کی صفت سے مل جل کر رہنے کے قابل ہو جائے اور اپنے ہم جنسوں کے ساتھ بھلائی اور نیکی کرے۔ فی الحقیقت مذہب ہی کی بدولت انسان کو بلند خیالی اور پارسا زندگی کی توفیق حاصل ہوئی اور یہ بھی مسلّم ہے کہ انسان کی ترقی کے لئے بلند خیالی اور پارسائی کی زندگی گزارنا ضروری ہے' اور صرف مذہب ہی وہ روحانی ضابطہ ہے جو انسانوں کو روحانی دانش اور اخلاقی حکمت فراہم کر سکتا ہے۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:

> ''مذہب سے مراد وہ روحانی دانش اور اخلاقی حکمت ہے جو بنی آدم کو اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرامؑ کی وساطت سے دی تھی۔ انسان دنیا میں کس طرح رہے؟ دوسرے سے اس کے روابط کیسے ہوں؟ مقصد حیات کیا ہو؟ حصولِ عظمت کے لئے کون سے طریقے استعمال کرے؟ یہ وہ مسائل ہیں جن پر انسان نے صدیوں

سے سوچا اور دانشوروں اور فلسفیوں نے مدّتوں دماغ لڑایا مگر وہ کسی معیّن نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ یہ اللہ کا کتنا احسان ہے کہ اس نے بن کہے ہمیں فلاح وعظمت کے تمام راز بتا دیئے' خیر وشر کی تفصیل سمجھا دی اور منزل بھی دکھا دی۔''(۳)

گویا یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مذہب ایک حقیقت' ایک فلسفہ' ایک سوچ' ایک ضرورت' خیالات واعتقادات کا مجموعہ' اخلاق واعمال کا گلدستہ اور ایک ایسی سچائی ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔ مذہب کو انسانی تہذیب میں ریڑھ کی ہڈی کی اہمیت حاصل ہے۔ مذہب ہر دَور میں کسی نہ کسی صورت میں موجود رہا۔ اس کا ثبوت آج بھی دنیائے ہستی سے مٹی ہوئی تہذیبوں کے کھنڈرات ہیں' جن کی کھدائی سے مذہب کے موجود ہونے کے کئی ایک شواہد ملتے ہیں۔ آج کے ترقی یافتہ دَور میں اگرچہ چند اقوام مذہب کا کلیتًا انکار کرتی ہیں' مگر پھر بھی وہ کچھ ایسے بنیادی مقاصد رکھتی ہیں جن کی نوعیت مذہبی شعور سے ہم آہنگ ہے۔

لہٰذا ہم مختصر طور پر اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ مذہب کی افادیت انسانی زندگی میں کہاں کہاں ہے اور انسان مذہب کی ضرورت کہاں کہاں محسوس کرتا ہے۔

(۱) فطری ضرورت

مذہب انسان کا فطری جذبہ اور عالمگیر داعیہ ہے۔ اس کا اعتراف مغربی مفکرین نے بھی کیا ہے۔ ایک جرمن مفکر کے بقول:

''مذہب ابدی چیز ہے' کیونکہ مذہب جس حاسہ اور فطرت کا نتیجہ ہے وہ معلوم نہیں ہو سکتی۔''

اسی طرح ایک فرانسیسی مفکر کہتا ہے:

''مذہب جبلت انسانی میں ایسی ہی فطری چیز ہے جیسے چڑیوں میں گھونسلہ بنانے کا جذبہ فطری ہے۔''(۴)

مسلم مفکرین نے بھی مذہب کو فطری قرار دیا ہے۔ مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں:

''علم الانسان کے ماہرین نے مختلف انسانی معاشروں کا مطالعہ کیا۔ کئی ہزار سال کے تاریخی ریکارڈ کو سامنے رکھ کر انہوں نے انسان کی فطرت کو سمجھنے کی

کوشش کی۔ ان کا متفقہ بیان یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں خدا کا تصور اس طرح پیوست ہے جس طرح بکری سے گھاس، بلی سے گوشت کھانے کی جبلت کو ختم نہیں کیا جا سکتا اسی طرح خدا کو انسانی فطرت سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔''(۵)

اسی انسانی فطرت کی طرف قرآن نے یوں اشارہ کیا:

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (الروم: ۳۰)

''لہٰذا (اے نبیؐ!) یکسو ہو کر دین کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ یہی فطرتِ الٰہی ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی اس خلقت میں کوئی ردّ و بدل نہیں ہو سکتا۔ دین قیم یہی ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

اسی طرح سورۃ الاعراف میں ارشاد ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝﴾ (الاعراف: ۱۷۲)

''اور جب آپ کے ربّ نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انہیں خود اپنے اوپر گواہ بنا کر پوچھا: ''کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟'' تو وہ کہنے لگے: ''کیوں نہیں! ہم یہ شہادت دیتے ہیں''۔ مبادا قیامت کے دن تم یہ کہنے لگو کہ ہم تو اس سے بالکل بے خبر تھے۔''

اس کی تشریح فطرتِ انسانی کے سب سے بڑے شناسا آنحضور ﷺ نے اس طرح کی ہے:

((كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ))(۶)

''ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔''

اس کے بعد ماحول بچے کی فطری صلاحیت کو مسخ کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ سیدھی راہ سے بھٹک جاتا ہے اور وہ باطل نظریات کو اپنا لیتا ہے۔ زندگی میں اکثر ایسے لمحات بھی آتے ہیں جب ایک منکرِ خدا بھی مذہب کی ضرورت محسوس کرتا ہے، حتیٰ کہ مشہور سوشلسٹ اور منکرِ خدا پنڈت جواہر لعل نہرو کو بھی کہنا پڑتا ہے:

''جب مجھے کوئی انتہائی مشکل مسئلہ پریشان کر دیتا ہے تو میرا دماغ ساتھ چھوڑ دیتا ہے' پھر میں مندر جاتا ہوں اور مورتی کے سامنے جھکتا ہوں' آنسو بہاتا ہوں' حتیٰ کہ میری پریشانی ختم ہو جاتی ہے۔''

گویا ہر انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ کسی بالاتر ہستی کی طرف رجوع کرے' قطع نظر اس کے کہ وہ ہستی اس کی مشکل کشا ہو سکتی ہے یا نہیں۔ علامہ شبلی نعمانیؒ نے بالکل درست کہا ہے:

''دنیا میں ہر قوم' ہر نسل' ہر طبقہ کوئی نہ کوئی مذہب رکھتا تھا' عالم و جاہل' رذیل و شریف' شاہ و گدا' افریقہ کا وحشی ہو یا یورپ کا تعلیم یافتہ' سب اس میں برابر ہیں۔''

اس سلسلے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنا ضروری ہے کہ جس طرح چند افراد کا نطق اور فہم کی صلاحیت سے محروم ہو جانا انسان کے حیوانِ نطق ہونے کی نفی نہیں کرتا یا چند افراد کا جنون انسان کے حیوانِ عاقل ہونے کے منافی نہیں یا کچھ لوگوں کا رہبانیت اختیار کرنا انسانیت کے مدنیت پسند ہونے کی تردید نہیں کرتا بالکل اسی طرح چند منکرین مذہب کا وجود اس بیّن حقیقت کو نہیں جھٹلاتا کہ مذہب انسان کی طبعی ضرورت ہے۔

(۲) روحانی ضرورت

انسان اپنی تخلیق کے لحاظ سے جسم و روح سے مرکب ہے' لہٰذا انسان کی جسمانی ضروریات کے ساتھ ساتھ روحانی جذبات کی تکمیل بھی از حد ضروری ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف مشہور عالم نفسیات James Luba نے اس طرح کیا ہے:

''مذہب ایک روحانی اقتضاء (تقاضا) اور نفسانی حاسہ (محسوس کرنے کی طاقت) ہے جس کی بنیاد یہ عقیدہ ہے کہ انسان اور کائنات میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔''(۷)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

''دلوں اور روحوں کی وہ طب جس کے ذریعے ابدی زندگی حاصل ہوتی ہے' وہ علم و مذہب کا ثمر ہے۔''(۸)

اللہ نے اس روحانی ضرورت کے پیش نظر ہر دَور میں مختلف انبیاءِ کرام علیہم

السلام بھیجے اور ان کی طرف سے بھیجا ہوا پیغام ہدایت وروحانی تعمیر کا باعث بنا۔ پوری نسل انسانی کو یہ خوشخبری سنادی گئی' جس کا ذکر سورۃ البقرۃ میں یوں آتا ہے:

﴿قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝﴾ (البقرۃ:۳۸)

''ہم نے کہا: تم سب یہاں سے نکل جاؤ' پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو کوئی میری ہدایت کی اتباع کرے گا تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

چنانچہ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہر زمانے اور ہر قوم کی طرف انبیاء کرام مبعوث کیے تاکہ انسان کی روحانی ہدایت کا سامان فراہم کیا جائے۔

سورۃ النحل میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ۝﴾ (النحل:۳۶)

''ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا (جو انہیں یہی کہتا تھا) کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔ پھر کچھ ایسے لوگ تھے جنہیں اللہ نے ہدایت دے دی اور کچھ ایسے تھے جن پر گمراہی ثابت ہوگئی۔ سو تم زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا!''

سورۂ فاطر میں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے:

﴿اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۝﴾ (فاطر:۲۴)

''یقیناً ہم نے آپ کو سچا دین دے کر بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے' اور کوئی اُمت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو۔''

سورۂ یونس میں بھی انبیاء کرام کے مبعوث کرنے کا مقصد بیان کر دیا گیا۔ ارشاد ہے:

﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۝وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝﴾ (یونس:٤٧'٤٨)

''ہر اُمت کے لئے ایک رسول ہے' پھر جب ان کے پاس وہ رسول آتا ہے تو پورے انصاف کے ساتھ ان کے درمیان فیصلہ کیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ اور پوچھتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو وہ دھمکی آخر کب پوری ہوگی؟''

جدید دنیا نے مذہب کو انسان کی زندگی سے علیحدہ کر دیا ہے اور روحانی ضرورت پوری نہ ہونے کی بنا پر انسان عدم تحفظ کا شکار ہے۔ مولانا وحید الدین خان اپنی کتاب ''اسلام اور عصر حاضر'' میں برٹنڈ رسل کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

"Animals are happy so long as they have health and enough to eat. Human beings, one feels, ought to be, but in the modern world they are not at least in a great majority of cases" (9)

''جانوروں کو اگر صحت و تندرستی اور وافر مقدار میں خوراک میسر ہو تو وہ خوش ہیں۔ کسی کے خیال کے مطابق انسانوں کو بھی ایسا ہی ہونا چاہئے' لیکن موجودہ دَور میں اکثریت کے ساتھ ایسا نہیں ہے۔''

تمام انبیاء کرام علیہم السلام ایک ہی روحانی سرچشمے سے سیراب ہوتے رہے اور آگے انسانیت کو سیراب کرتے رہے' حتیٰ کہ آنحضور ﷺ اس روحانی ہدایت کی تکمیل کرنے والے تھے اور اب قیامت تک روحانی پیاس بجھانے کا بہترین ذریعہ دین اسلام ہے' جس میں روحانیت کی تکمیل کے لئے پوری تفصیل موجود ہے' از روئے الفاظِ قرآنی:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ﴾ (المائدۃ:٣)

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے بحیثیت دین اسلام کو پسند کیا ہے۔''

انسان کے روحانی شعور پر غفلت کے پردے پڑ جاتے ہیں لیکن زندگی کی تلخ

حقیقتیں اس غفلت اور زنگ کے لئے صیقل کا کام دیتی ہیں' جس کا تذکرہ قرآن حکیم کی سورۃ العنکبوت میں یوں آیا ہے:

﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ (العنکبوت:٦٥)

''پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کی مکمل حاکمیت کو تسلیم کرتے ہوئے خالصتاً اسے ہی پکارتے ہیں' اور جب وہ انہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو اس وقت پھر شرک کرنے لگتے ہیں۔''

(۳) جسمانی ضرورت

مذہب جس طرح روح کو پاکیزگی کے بلند درجے تک پہنچاتا ہے اسی طرح جسم کو صحت کی ضمانت بھی فراہم کرتا ہے اور ذہنی پریشانیوں اور اعصابی کشمکش کو دُور کرنے میں مدد دیتا ہے جو ہماری نصف بیماریوں کی ذمہ دار ہے۔ ڈاکٹر اے اے بیرل (A.A.Barral) کے مطابق:

''جو شخص صحیح معنوں میں مذہب کا پابند ہوتا ہے وہ کبھی اعصابی اور ذہنی پریشانیوں کا شکار نہیں ہوتا اور آج علمِ امراض النفس کے ماہرین انجیل مقدس کے مبلغ بنتے جا رہے ہیں۔ وہ لوگوں کو مذہبی زندگی کی تعلیم و ترغیب اس لئے نہیں دیتے کہ انہیں اگلی دنیا میں جہنم کے شعلوں سے بچا سکیں' بلکہ وہ مذہبی زندگی کو اس لئے ضروری قرار دیتے ہیں کہ لوگ اس دنیا کے جہنم کے شعلوں یعنی متعدی ناسور' سوزش سینہ' اعصابی کشمکش اور اختلاجِ قلب سے محفوظ رہ سکیں۔''

ڈاکٹر کیرل (Carrel) جسمانی طب کے بارے میں اپنا تجربہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

''پچھلے تیس سالوں میں تمام مہذب ممالک کے لوگوں نے مجھ سے اپنی بیماری کے بارے میں مشورہ کیا اور سارے مریضوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جس کے مسئلے کا آخری حل مذہبی نقطۂ نظر نہ ہو۔ یہ لوگ اس لئے بیمار ہو گئے تھے کہ وہ اس بڑے سہارے سے محروم ہو گئے تھے جس کو تھام لینے کی مذہب تلقین کرتا ہے اور ان میں سے کوئی بھی اس وقت تک صحت یاب نہ ہوا جب تک اس نے

دوبارہ مذہب کی طرف رجوع نہ کیا۔''

اس طرح ٹیلیسٹی (Talisty) رقم طراز ہے:

''خدا پر ایمان لانے کے بعد میرے باطن میں ایک زبردست انقلاب پیدا ہوا۔ مجھے دنیا سے کوئی محبت نہ رہی اور انسان سے محبت بڑھ گئی اور میں اپنے دشمن تلاش کرنے لگا تاکہ انہیں معاف کردوں اور لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے لئے ہر تکلیف برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے میری روح میں تجلیات کا آشیانہ ہے اور مجھ پر روح القدس کا نزول ہو رہا ہے۔''(۱۰)

بیمار ذہن کی کچھ اور علامات بھی ہیں' مثلاً حسد' بغاوت' غصہ' بداخلاقی' چڑ چڑا پن' نفرت' کاہلی' بخیلی' تنگ دستی وغیرہ۔ ان تمام بیماریوں کا علاج علمی اور روحانی مشاغل میں مضمر ہے' مثلاً یہ مطالعہ' عبادت' محویت خداوندی اور تفکر ہی سے ممکن ہے۔

(۴) معاشرتی ضرورت

مذہب جہاں انسان کی فطری' روحانی اور جسمانی ضرورت ہے وہاں وہ انسان کی معاشرتی زندگی کے لئے بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے' کیونکہ انسان فطرتاً مدنی الطبع واقع ہوا ہے۔ مل جل کر زندگی گزارنا اس کی فطری ضرورت ہے' لہٰذا بہتر زندگی گزارنے کے لئے اسے مناسب قوانین وضوابط کی ضرورت ہے۔ اگر معاشرتی زندگی کے لئے کوئی اصول اور ضابطہ نہ ہو تو معاشرہ انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ مذہب انسان کی یہ معاشرتی ضرورت بھی پوری کرتا ہے۔ حضرت آدم اور حضرت حوا (علیہما السلام) پہلا انسانی جوڑا تھا جس نے اس کرۂ ارض پر خدائی ہدایات کے مطابق معاشرتی زندگی کا آغاز کیا' پھر مذہب نے انہیں منظم معاشرے میں رہنا سکھایا۔

معاشرتی زندگی کے بے شمار مسائل ہیں' مثلاً زوجین کے حقوق وفرائض' اولاد کے فرائض' والدین کے حقوق' پڑوسیوں سے تعلقات کی نوعیت' یہ ایسے امور ہیں کہ اگر انسان خود اِن کا تعین کرے تو افراط وتفریط کا شکار ہو جاتا ہے' ظلم وستم اور ناانصافی معاشرے کا حصہ بن جاتی ہے' جیسا کہ انسانی معاشرتی زندگی کی پوری تاریخ اس پر شاہد

ہے۔ اس کے برعکس مذہب انسان پر انسان کی بادشاہی کا مخالف رہا ہے۔ اس کا موقف یہ ہے کہ وہ ذات پاک جس نے پوری کائنات اور پوری انسانیت کے لئے قوانین وضع کئے' وہی اس بات کی مستحق ہے کہ انسان کو معاشرت اور اجتماعی زندگی کے بارے میں عادلانہ قوانین عطا کرے۔ جیسا کہ سورۃ الاعراف میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۗ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الاعراف:٥٤)

''یاد رکھو! اسی نے تخلیق کیا ہے تو حکم بھی اسی کا ہے' ربّ العالمین بڑی برکت والا ہے۔''

ماہر عمرانیات ڈاکٹر فرائیڈ لکھتے ہیں:

''اب وقت آ گیا ہے کہ یہ امر تسلیم کر لیا جائے کہ انسان خدا کی راہنمائی کے بغیر قانون نہیں بنا سکتا۔ پھر الہامی قوانین اس لحاظ سے بھی انسان کے خود ساختہ قوانین پر فوقیت رکھتے ہیں چونکہ الہامی قانون اٹل ہوتا ہے' اس میں کوئی ردّ و بدل نہیں کر سکتا' لیکن انسانی قوانین زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔''

مولانا مودودیؒ نے بالکل صحیح کہا ہے:

''مذہب کا کمال یہ ہے کہ اس نے انسان کو ایک معاشرہ کی صورت میں منظم کر کے اس کے تمام معاشرتی مسائل کا عادلانہ حل پیش کیا۔ مذہب سے بیگانگی کی بنا پر ہر انسان اس دنیا کا نہیں کسی اور دنیا کا باسی ہوتا۔''

مختلف مفکرین کی ان آراء سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ معاشرتی زندگی گزارنے کے لئے مذہب ناگزیر ہے اور کوئی شخص بھی مذہب کا سہارا لئے بغیر پُرسکون اور منظم زندگی نہیں گزار سکتا۔

(۵) اخلاقی ضرورت

انسانی تجربے نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ لادینیت اور مذہب سے بیگانگی انسانی اخلاق کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور آج کے انسان کا اخلاقی دیوالیہ پن اس کا کھلا ثبوت ہے۔ علامہ اقبال نے اس کی بڑی عمدہ تصویر کشی کی ہے:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا(۱۱)

زندگی کی شب تاریک صرف مذہب ہی کی روشنی سے منور ہو سکتی ہے جو دنیا کی سب سے بڑی اخلاق ساز قوت ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنی کتاب ''خطباتِ مدراس'' میں اس حقیقت کا اظہار اس طرح کیا ہے:

''اس وقت دنیا میں جہاں کہیں نیکی کا اجالا ہے اور اچھائی کا نور ہے' جہاں کہیں بھی نیت کا خلوص اور دل کی صفائی کا اجالا ہے' وہ صرف انہی بزرگوں کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے جن کو تمام لوگ انبیاء کرامؑ کے نام سے جانتے ہیں۔ پہاڑوں کے غار' جنگلوں کی ویرانیاں' شہروں کی آبادیاں غرض جہاں بھی رحم' انصاف' غریب پروری' یتیموں کی سرپرستی اور نیکیوں کا سراغ ملتا ہے وہ اسی برگزیدہ جماعت کے کسی نہ کسی فرد کی دعوت اور پکار کا دائمی اثر ہے۔''(۱۲)

پھر مصنف نے بانیانِ مذاہب کے حسنِ اخلاق اور اعلیٰ کردار کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

''نوح کا جوشِ تبلیغ' ابراہیم کا ولولہ' اسمٰعیل کا ایثار' موسیٰ کی سعی و کوشش' ہارون کی رفاقتِ حق' یعقوب کی تسلیم و رضا' لوط کی جانفشانی اور حضرت ایوب کا صبر (علیہم الصلوٰۃ والسلام) یہی وہ حقیقی نقش و نگار ہیں جن سے ہماری روحانی اور اخلاقی دنیا کا ایوان آراستہ ہے اور جہاں کہیں بھی ان صفاتِ عالیہ کا وجود ہے وہ انہی بزرگوں کی مثالوں اور نمونوں کا عکس ہے۔''(۱۳)

پھر تمام ماہرین اخلاقیات یک زبان ہیں کہ محسن انسانیت محمد مصطفیٰ ﷺ تمام اخلاقِ عالیہ کا مکمل نمونہ تھے جو انبیاء کرام میں علیحدہ علیحدہ پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ شیخ سعدی نے کہا ہے:

حُسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری!

الغرض لادینی تہذیبیں اور منکرینِ مذہب اپنے پیروکاروں میں اخلاق و کردار کے وہ نمونے پیش کرنے سے قاصر ہیں جن کا عملی نمونہ اسلام نے پیش کیا۔ خود آنحضور ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد ہی اعلیٰ اخلاق کی تکمیل قرار دیا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ)) (۱۴)

''مجھے کریمانہ اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔''

ایک مغربی مفکر ولیم ڈیورنڈ (William Durand) لکھتا ہے:

''مذہب کی پشت پناہی کے بغیر اخلاق کی حیثیت محض زبانی جمع خرچ کی ہے' کیونکہ ذمہ داری کا احساس نہیں ہوتا۔''

غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:

''ایک لامذہب انسان کے اعمال نفسانی خواہشات کے دباؤ سے سرزد ہوتے ہیں اور ان کا مقصد پست اغراض کی تسکین ہوتا ہے' مگر ایک بامذہب کا کردار اس سے مختلف ہوتا ہے' اس کے طرزِ حیات میں متانت' وقار' شائستگی' بلند اخلاقی اور سنجیدگی ہوتی ہے۔'' (۱۵)

سورۃ الحُجرات میں اخلاقی تعلیمات کا تذکرہ کچھ یوں ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۞ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۞﴾ (الحُجرات: ۱۰'۱۱)

''مومن تو سب آپس میں بھائی ہیں' لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اے ایمان والو! (تمہارا) کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے' ہوسکتا ہے کہ وہ ان (مذاق اڑانے

والوں) سے بہتر ہوں' نہ ہی عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں' ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں' اور ایک دوسرے پر طعنہ زنی نہ کرو اور نہ ہی ایک دوسرے کے برے نام رکھو' ایمان کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے۔ اور جو باز نہ آئیں وہی تو ظالم ہیں۔''

(۶) سیاسی ضرورت

مذہب کے بغیر کوئی معاشرہ بھی اپنے سیاسی اصولوں کا تعین نہیں کرسکتا۔ دورِ جدید میں دین اور سیاست کی تفریق کا تصور بہت تیزی کے ساتھ زور پکڑ رہا ہے' یعنی سیاست میں دین و مذہب کی کوئی ضرورت نہیں۔ پروفیسر خورشید احمد اپنی کتاب ''اسلامی نظریۂ حیات'' میں لکھتے ہیں:

''لادینی ریاستیں اپنے معاملات کو مذہبی اور اسلامی ہدایات پر مبنی کرنے کی بجائے محض عقل اور مصلحت سے اپنا کام چلاتی ہیں اور کسی بالاتر قانون کی پابند نہیں ہوتیں' ایسی ریاستیں مذہب کے بارے میں غیر جانبدار بھی ہوسکتی ہیں اور اس کے مخالف بھی۔''

علامہ اقبال اپنی کتاب "Reconstruction of Religious Thoughts in Islam" میں لکھتے ہیں: [۱۶]

''سیاست کی جڑ انسان کی روحانی زندگی میں ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ مذہب ذاتی رائے کا معاملہ نہیں بلکہ وہ ایک سوسائٹی بھی ہے۔''

جیسا کہ اپنے ایک شعر میں بھی انہوں نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے:

جلالِ پادشاہی ہو یا جمہوری تماشا ہو
جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی [۱۷]

قرآن حکیم کی سورۃ الاعراف میں اس بات کی تصدیق کر دی گئی ہے کہ ساری مخلوق اللہ کی بنائی ہوئی ہے اور اس دنیا میں حکم اللہ تعالیٰ ہی کا چلے گا۔

(۷) معاشی ضرورت

مذہب معاشی و مادی ضروریات کی تکمیل کی ضمانت بھی فراہم کرتا ہے۔ ڈاکٹر

غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:

''زندگی میں انسان کو سینکڑوں غم ہوتے ہیں' مثلاً روزی کا غم' اولاد کا غم' ان کی تعلیم و تربیت کی فکر' بیماریوں' حادثوں اور موت کا ڈر' یوم حساب کا لرزہ' غرض ان تمام خطرات سے بچنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہم خدائی فیصلوں کے سامنے جھک جائیں۔''(۱۸)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ربّ العالمین کہا ہے اور زمین میں چھپے ہوئے خزانے چرند پرند اور انسانوں کی مادی ضروریات کی تکمیل کے لئے پیدا کئے۔ سورۂ عبس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کردہ ان تمام مادی ضرورتوں کا تذکرہ کر دیا ہے جس کے بغیر انسان نہ تو زندہ رہ سکتا ہے اور نہ ہی اپنی زندگی کو بہتر طور پر گزارنے میں کامیاب ہوسکتا ہے۔ فرمایا:

﴿اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا۞ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۞ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۞ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا۞ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا۞ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا۞ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا۞ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ۞﴾(عبس:۲۵۔ ۳۲)

''ہم نے خوب پانی برسایا۔ پھر عجیب طرح سے زمین کو پھاڑا۔ تو اس میں سے ہم نے اناج (بھی) اگایا اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھجور اور گھنے باغات اور پھل اور چارہ اگائے تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کے لئے سامانِ حیات کے طور پر۔''

(۸) سکونِ قلب کا ذریعہ

مذہب اور دینی اقدار سے دوری نے آج کے مہذب اور ترقی یافتہ انسان کو ذہنی اذیت اور قلبی عدمِ سکون جیسی لعنتوں سے دوچار کر دیا ہے۔ مادہ پرستی اور طلب دنیا میں ہر شخص پریشان نظر آتا ہے۔ جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے اسے تمام دنیاوی آسائش اور راحتیں تو مہیا کر دی ہیں مگر ہر قسم کے راحت و سکون اور آسائش کے باوجود آج کا جدید انسان حقیقی مسرت اور قلبی سکون سے محروم ہے۔ وہ امن کا متلاشی ہے' لیکن جدید تہذیب' سائنس' فلسفہ اور طب حیرت انگیز ترقی کے باوجود اسے ذہنی

سکون اور قلبی اطمینان دینے میں ناکام رہے ہیں۔ مذہب نے ایک ہی فقرے میں ان ساری بیماریوں کا علاج مہیا کر دیا۔ سورۃ الرعد میں ارشاد ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ ؕ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۝﴾ (الرعد:۲۸)

''جولوگ ایمان لے آئے اور ان کے دلوں کو اللہ کے ذکر سے اطمینان نصیب ہوتا ہے اور یاد رکھو! دل اللہ کے ذکر سے ہی مطمئن ہوتے ہیں۔''

بقول شاعر؎

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے!

اس سلسلے میں تہذیبِ نو کی درماندگی اور جدید سائنس کی ناکامی اور مذہب کی ضرورت واہمیت کا علامہ اقبال نے اس طرح اعلان کیا ہے ؎

نگہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں
خرد کھوئی گئی ہے چار سو میں!
نہ چھوڑ اے دل فغانِ صبح گاہی
اماں شاید ملے اللہ ہو میں![۱۹]

انجیل میں مختلف طریقوں سے دعا اور مذہب کی اہمیت نیز تمام ذہنی پریشانیوں اور قلبی دکھوں کا علاج پیش کیا گیا ہے۔ انجیل متی میں اس طرح مذہب کی اہمیت بتائی گئی ہے:

''صادق چلاتے ہیں اور خدا سنتا ہے اور انہیں سارے دکھوں سے رہائی دیتا ہے۔ مانگو گے تو تمہیں ملے گا' ڈھونڈو گے تو پاؤ گے' دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے لئے کھولے گا۔ کیوں نہیں کوئی مانگتا؟ جو مانگتا ہے اسے ملتا ہے اور جو ڈھونڈتا ہے وہ پاتا ہے۔''[۲۰]

قرآن مجید نے انجیل کے ان الفاظ کی تصدیق سورۃ البقرۃ میں کر دی ہے:

﴿وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ۝﴾ (البقرۃ:۱۸۶)

''اور جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو (کہیے) میں قریب ہی ہوں' جب دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں دعا قبول کرتا ہوں' لہٰذا انہیں چاہئے کہ میرے احکام بجا لائیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پا جائیں۔''

ہر دَور کے فلاسفہ' صوفیاء اور شعراء نے بھی یہی بات کہی ہے کہ سکونِ قلب کا وسیلہ اور سرچشمہ ذاتِ الٰہی ہی ہے اور جب تک کوئی شخص رحمتِ خداوندی کی بیکراں وسعتوں کو اپنا مسکن نہ بنا لے تو اسے چین نہیں مل سکتا۔ عصرِ حاضر کی شدید روحانی اذیت اور اضطراب کا سبب اللہ تعالیٰ سے ناطہ توڑنا ہے۔ یہاں تک کہ انگریز مفکر بلی گراہم (Billy Graham) نے اس کا اعتراف کیا ہے:

"You know what it means to act peace with God. you know the price that had to be paid to get exclusive thing, called peace and happiness. I know the men who would write the cheque for a million dollars if they could find peace".(21)

''تم جانتے ہو کہ خدا کے ساتھ امن کا کیا مطلب ہے؟ تم جانتے ہو کہ ان خاص چیز وں یعنی امن اور خوشی کی کیا قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ میں بہت سے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو ملین ڈالرز کے چیک دینے کو تیار ہیں اگر انہیں امن میسر آئے۔''

گویا حقیقی سکون صرف بارگاہِ ایزدی میں سربجود ہونے سے ہی ملتا ہے۔ اسی بات کو قرآن حکیم نے سورۃ الانعام میں بیان کیا ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ﴾(الانعام:۸۲)

''جو لوگ ایمان لائے' پھر اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلودہ نہیں کیا' انہی کے لئے امن وسلامتی ہے اور یہی لوگ ہدایت پر ہیں۔''

(۹) حیات وکائنات کے مسائل اور مذہب

باشعور انسان کے ذہن میں زندگی کے بعد موت کا تصور' کائنات کی حقیقت و

ماہیت' اس کا آغاز وانجام' نیز پوری کائنات میں انسان کی حیثیت اور انسانی روح کے بارے میں سوالات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ فلسفہ اور سائنس نے بھی ان تمام سوالات کے جوابات اور مسائل کا حل کرنے کی کوشش کی لیکن ان گتھیوں کو سلجھانے میں تلاشِ حق کے یہ تمام ذرائع ناکام رہے' حتیٰ کہ شاعر نے بھی اپنی درماندگی کا اظہار کیا ہے۔ علامہ اقبال سراپا سوال ہیں۔

یہ آفتاب کیا' یہ سپہر بریں ہے کیا؟
سمجھا نہیں تسلسل شام و سحر کو میں
حیراں ہے بوعلی کہ میں آیا کہاں سے ہوں
رومی یہ سوچتا ہے کہ جاؤں کدھر کو میں !(۲۲)

مختلف فلسفیوں نے بھی اپنی عقل سے ان تمام مسائل کے جواب دینے کی کوشش کی لیکن عقل انسانی کوتاہ اور ناقص ہے اور ان مسائل میں انسانی رہنمائی سے قاصر ہے' جیسا کہ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نُور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے!(۲۳)

نیز عقل کی نارسائی کا ایک دوسرے شاعر نے اس طرح اعتراف کیا ہے۔

سنی حکایتِ ہستی تو درمیاں سے سنی
نہ ابتدا کی خبر نہ انتہا معلوم!

عقل کی طرح فلسفہ بھی' جو اجتماعی فکر کا دوسرا نام ہے' مذکورہ مسائل کا کوئی شافی حل پیش نہیں کرسکا۔ جس طرح لاکھوں اندھے مل کر ایک بینا شخص کے برابر نہیں ہوسکتے اسی طرح انسانوں کی ایک بڑی تعداد بھی وحی کی راہنمائی کے بغیر حقیقت تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ لسان العصر اکبر الہ آبادی نے کہا۔

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں!

اسی طرح ایک جگہ علامہ اقبال نے فلسفہ کی نارسائی کا اس طرح تذکرہ کیا۔

فلسفہ و شعر کی اور حقیقت ہے کیا
حرفِ تمنا جسے کہہ نہ سکیں روبرو!(۲۴)

یہی معاملہ سائنس کا بھی ہے جس کا انحصار حواسِ انسانی پر ہے' لیکن انسانی حواس محدود ہیں اس لئے سائنس بھی کائنات اور اس کے بنیادی حقائق' حیات بعد الموت نیز جزا و سزا جیسے مسائل حل کرنے سے قاصر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سائنس کے نظریات نئی دریافت سے بدل جاتے ہیں۔ لیکن ان سب کے برعکس مذہب نے ان مسائل کا جو حل بتایا ہے وہی حقیقت پر مبنی اور صحیح ہے' کیونکہ خالق کائنات نے خود اس ضمن میں نوع انسانی کی رہنمائی کی ہے اور اپنے انبیاء اور رسولوں کے ذریعے ان بنیادی سوالات کا جواب دیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی یاد رہے کہ صحیح مذہب عقل سلیم کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ اس کے تقاضے کے عین مطابق ہوتا ہے۔

سید محمد قطب اپنی کتاب ''اسلام اور جدید ذہن کے شبہات'' میں لکھتے ہیں:

''دنیائے انسان آج بھی کئی مسائل کے حل میں سرگرداں ہے' ہر جگہ انسانیت پر حیوانیت کا غلبہ ہے۔ اخلاقی اعمال کے لحاظ سے دنیا آج بھی مقامِ جاہلیت پر کھڑی ہے جہاں آج سے تیرہ صدی پہلے کھڑی تھی۔ اس وقت بھی مذہب نے انہیں باطل معبودوں اور جھوٹے خداؤں سے نجات دلائی تھی اور آج بھی مذہب ہی انسانیت کو نجات دلا سکتا ہے۔''(۲۵)

مولانا وحید الدین خان ''اسلام اور عصر حاضر'' میں لکھتے ہیں:

''خدا کی بنائی ہوئی زمین ایک اصلاح یافتہ زمین ہے' یہاں ہر چیز درست طریقے پر قائم ہے' ہر چیز عین وہی کر رہی ہے جو اسے کرنا چاہئے۔ زمین کا نظام انسان کے لئے اپنے معاملات کا معیار اور پیمانہ ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اپنے عمل کو اسی قدرتی پیمانے سے ناپے اور اس سے مطابقت کر کے اپنے ہر عمل کو درست کرتا جائے۔ اگر انسان ایسا کرے گا تو اس کی سوسائٹی امن اور انصاف کی سوسائٹی ہوگی۔''(۲۶)

(۱۰) مذہب، تہذیب ساز قوت

آغازِ کائنات سے ہی مذہب اور تہذیب کا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ جہاں کہیں انسانی زندگی میں سلیقہ، شائستگی، حسن و زیبائش نظر آئے گی وہاں مذہب کا پرچار بھی ہوگا۔ انسانِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام نے جب شجرِ ممنوعہ کا پھل کھایا تو لباس سے محروم ہو گئے، مگر جلدی جلدی اپنے جسم کو پتوں سے ڈھانپنے لگے، تو یہ انسانی تمدن کا آغاز تھا۔ ہر دینِ حق اور سچا مذہب ابدی تہذیبی صداقتوں کا مجموعہ ہے جنہیں خالق کائنات نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیاء کے ذریعے پہنچایا ہے۔ یہ وہ تمدنی اقدار ہیں جن پر قدامت اور فرسودگی کا سایہ نہیں پڑ سکتا، جو ہر دَور اور ہر زمانے کے لئے یکساں سچی ہیں اور جن میں زمانہ گزرنے کے ساتھ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جس طرح سورج پرانا ہونے کے باوجود ہر صبح دنیا کو روشنی سے منور کر دیتا ہے اسی طرح مذہب اور دینی تعلیمات بھی زمانے کی گردش اور تاریخ کی ہر پیش قدمی کے لئے تازہ پیغام کی علمبردار ہیں۔ ایران کا تمدن ہو یا ہندوستان کی تہذیب، روم کا کلچر ہو یا یونان کی ثقافت، سب پر مذہب کی چھاپ نمایاں نظر آتی ہے۔ پھر جہاں تک اسلامی تہذیب کا تعلق ہے تو اسلام ہی اس کا اوّلین محرک ہے۔ اس سے پہلے عربوں پر وحشت اور درندگی چھائی ہوئی تھی، اسلام آیا تو عرب قوم کے افکار و نظریات میں تہذیبی انقلاب برپا کر دیا اور ان کی زندگی کے چال چلن ہی بدل دیئے۔ الغرض مذہب نے ہر دَور میں تہذیب و تمدن کے ارتقاء اور اس کی آرائش و تزئین میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

(۱۱) مذہب اور موت

مذہب نے ہر زمانے میں انسان کو یہ بشارت دی ہے کہ موت کے ساحل سے آگے ایک غیر فانی زندگی اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ اس کی منتظر ہے۔ وہاں اس قدر سکون ہوگا کہ وہ اس زندگی کی تمام قباحتوں کی تلافی کر دے گا۔ مذہب نے موت کو تقدس عطا کیا ہے۔ امریکہ کا مشہور فلسفی ولیم جیمز (Willam James) اپنی اوائل

عمری میں آخرت کا منکر تھا مگر اپنی آخری عمر میں اس نے موت کے بعد زندگی کا یقین کر لیا۔ وہ کہتا ہے:

''بڑھاپے میں انسان علم و دانش کی بلندیوں پر پہنچ جاتا ہے اور ایک نیا شعور حاصل کر لیتا ہے۔ خدا باکمال لوگوں پر زندگی کا دروازہ بند نہیں کرے گا۔ کائنات میں بے اندازہ معقولیت ہے' اس لئے یہ سمجھنا کہ موت کی ایک پھونک سے شمع حیات گل ہو جائے گی یا انسان چند جملے بول کر خاموش ہو جائے گا' یہ بہت ہی نامعقول بات ہے۔''(۲۷)

علامہ اقبال اسی نقطہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

جوہرِ انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں
آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے' فنا ہوتا نہیں
یہ اگر آئین ہستی ہے کہ ہو ہر شام صبح
مرقدِ انساں کی شب کا کیوں نہ ہو انجام صبح؟(۲۸)

ان تمام دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مذہب ایک ایسی ضرورت ہے جس کے بغیر کوئی انسان بھی زندگی نہیں گزار سکتا۔

پروفیسر مظفر الدین اپنی کتاب A Comparative Study of Islam and other Religions میں مقدمہ ابنِ خلدون کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"Religions are introduced by God in order to lead mankind to eternal blessings. Their objective is worship of God as well as management of wordly affairs so much so to establish a composite state and government on the fundamental principles of religion."(29)

''مذاہب خدا کی طرف سے نافذ کئے گئے' تاکہ ان کے ذریعے ابدی خوش نصیبی حاصل کی جائے۔ ان کا مقصد خدا کی عبادت اور دنیاوی کاموں کے لئے مذہب کے بنیادی اصولوں پر مبنی ریاست وحکومت کا قیام ہے۔''

اب تو مغربی دنیا میں بھی لادینی نظریات کے بادل چھٹ رہے ہیں اور Back

to religion کی تحریک زور پکڑ رہی ہے۔ مغرب کے دانشور اور سائنس دان زیادہ سے زیادہ ہستی باری تعالیٰ کے قائل اور انسانی زندگی میں مذہب کی ضرورت کے حامی نظر آتے ہیں۔ اس ضمن میں تازہ ترین کتاب ہے ''خدا موجود ہے'' جس میں چالیس جدید مغربی ماہرین علمِ ارضیات' فلکیات' حیوانیات' نباتات اور دیگر علوم کے ماہرین نے بھی وجودِ خدا پر عقلی اور سائنسی دلائل پیش کئے ہیں۔ ضرورتِ مذہب پر اس بلند پایہ کتاب سے صرف ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے۔ ماہر حشرات الارض ڈاکٹر ایڈورڈ لوتھر لکھتے ہیں:

> ''گزشتہ چند سال سے ہماری قوم میں وسیع پیانے پر مذہبی بیداری پیدا ہو رہی ہے اور اس کے اثرات صرف کالج کی نئی پود میں ظاہر نہیں ہو رہے بلکہ اعلیٰ علمی اور تحقیقی اداروں کی ذہنی فضا میں سرایت کر گئے ہیں اور اس ذہنی تبدیلی میں سائنس کے پیش کردہ دلائل وشواہد نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ کیونکہ ان شواہد نے اس کارخانۂ عالَم کے ایک خالق کی ضرورت کو ناگزیر حقیقت ثابت کیا ہے۔''

الغرض مذہب اور خصوصاً سچا مذہب انسان کو اس قابل بناتا ہے کہ زندگی کی ہر مشکل کا سامنا خوش اسلوبی اور خوش اطواری سے کر سکے۔ مذہب اور خداشناسی کا جذبہ عارضی نہیں بلکہ کوئی آدمی خواہ وہ کیسا ہی ہو' اس کا دل خدائے برتر کی یاد سے خالی نہیں ہو سکتا۔ بقول الطاف حسین حالی۔

ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا
آتش میں مُغاں نے راگ گایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے
انکار کسی سے بن نہ آیا!

(مسدس حالی)

مراجع ومصادر

۱) سید محمد اسماعیل: رسول عربی ﷺ' ص ۲۰۲
۲) عبداللہ المسدوسی: مذاہب عالم۔ ایک معاشرتی وسیاسی جائزہ' ص ۱۱۰

۳) ڈاکٹر غلام جیلانی برق: الحادِ مغرب اور ہم، ص ۸۱
۴) بحوالہ مولانا تقی امینی: لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر، ص ۴۶
۵) مولانا وحیدالدین خان: اسلام اور عصر حاضر، ص ۱۱۶
٦) صحيح البخاری، كتاب الجنائز، باب ما قيل فی اولاد المشركين، ح ١٢٩٦
۷) بحوالہ عبدالحمید صدیقی: مذہب اور تجدید مذہب، ص ۲۰
۸) حفظ الرحمٰن سیوہاروی: اخلاق وفلسفۂ اخلاق، ص ۴۷۰

9)Bertend Russel: Principles of Construction, p.215

۱۰) ڈاکٹر غلام جیلانی برق: الحادِ مغرب اور ہم، ص ۸۸
۱۱) علامہ اقبال: ضربِ کلیم، ص ۶۹
۱۲) سید سلیمان ندوی: خطبات مدراس، ص ۲۷
۱۳) سید سلیمان ندوی: خطباتِ مدراس، ص ۳۱
۱۴) مالك بن انس، الموطا، باب حسن الخلق، ص ٩٠٤
۱۵) ڈاکٹر غلام جیلانی برق: الحادِ مغرب اور ہم، ص ۸۹، ۹۰
۱۶) پروفیسر خورشید احمد، اسلامی نظریۂ حیات، ص ۵۱۴، ۵۱۶
۱۷) علامہ محمد اقبال: بال جبریل، ص ۴۰
۱۸) ڈاکٹر غلام جیلانی برق: الحادِ مغرب اور ہم، ص ۱۰۳
۱۹) علامہ محمد اقبال: بالِ جبریل، ص ۸۳
۲۰) انجیل مقدس (متی کی انجیل) باب ۶، ص ۹، ۸

21)Billy Graham: Peace with God, P 202

۲۲) علامہ محمد اقبال: بالِ جبریل، ص ۱۴۸
۲۳) علامہ محمد اقبال: بالِ جبریل، ص ۸۴
۲۴) علامہ محمد اقبال: بالِ جبریل، ص ۹۲
۲۵) سید محمد قطب: اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، ص ۳۳، ۳۴
۲۶) وحیدالدین خان: اسلام اور عصر حاضر، ص ۱۰۱
۲۷) ڈاکٹر غلام جیلانی برق: الحادِ مغرب اور ہم، ص ۸۴
۲۸) علامہ محمد اقبال، بانگِ درا، ص ۲۳۴، ۲۳۵

29)Prof.Muzzaffar-ud-din:A Comparative Study of Islam and other Religions, p23.